Fikr-o-Nasar (Islamabad) 2:9 (1965)

ھبہ علی الاولاد

(۲)

مفتی امجد العلی

[پاکستان میں شریعت ایکٹ کے نفاذ کے بعد بعض لوگ ''ھبہ علی الاولاد'' کے ذریعہ لڑکیوں کو وراثت سے محروم کر رہے ھیں - وہ اپنے اس فعل کے جواز میں بعض علماء کا ایک قول پیش کرتے ھیں ' جس میں ایسے ھبہ کو از روئے شریعت جائز قرار دیا گیا ھے -
مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی سے اس بارہ میں رجوع کیا گیا اس استفتا کے جواب کی یہ دوسری قسط ھے -
— مدیر]

فریق اول نے فریق دوم کے ان تردیدی جوابات میں سے بعض کی تردید حسب ذیل طریقہ پر کی ھے :

۱- یہ کہ ھم نے حضرت نعمان رض کو کبیر السن محض اپنی طرف سے نہیں قرار دیا ھے بلکہ اس روایت کی بنا پر جسکو طحاوی نے حضرت سفیان ابن عینیہ کی سند سے' جس کی انتہا محمد ابن نعمان و حمید ابن عبدالرحمن پر ھوتی ھے ' حضرت نعمان ابن بشیر سے روایت کیا ھے کہ :

''یقول نحلنی ابی غلاماً فامرتنی امی ان اذھب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاشھدہ علی ذالک''

یعنی ''مجھ سے میری والدہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ھوکر اس ھبہ پر حضور ص کو گواہ بنالوں ''- اس روایت میں حضرت نعمان کی والدہ عمرۃ بنت رواحہ رض نے خود حضرت نعمان کو مخاطب کرکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاھد بنانے کا حکم دیا ھے اور یہ اسی صورت میں درست ھوگا کہ یہ کبیر السن ھوں اور جوان ھوں -

۲- اور همارا یه قول که نعمان رضی الله عنه کے والد عقد هبه کو نافذ و قطعی کرنے سے قبل رسول الله صلی الله علیه وسلم سے مشورہ لینے حاضر هوئے تھے یه بھی اس روایت کی بنا پر ھے جسے امام بخاری کے شیخ زهری نے شعیب بن ابی ضمرہ سے روایت کیا ھے :

'' یقول نحلنی ابی غلاماً ثم مشی بی حتیٰ اذا ادخلنی علیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله انی نحلت ابنی غلاماً فان اذنت ان اجیز' له اجزت''

یعنی '' حضرت نعمان نے فرمایا که میرے والد نے مجھے ایک غلام هبه کیا پھر مجھے همراہ لیکر رسول الله صلی الله علیه وسلم کی خدمت میں حاضر هوئے- عرض کیا : (یا رسول الله میں نے اپنے اس بچه کو غلام هبه کیا ھے لهذا اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کو جاری کردوں - چنانچه اس روایت میں صاف طور پر آنحضرت سے مشورہ طلب کرنے کے الفاظ موجود هیں -

یه ان تمام استدلالات کا خلاصه ھے که جو هر دو گروہ کی جانب سے اپنے اپنے مسلک پر پیش کئے گئے هیں - لیکن تھوڑے غور و فکر کے بعد یه واضح هوجاتا ھے که ان استدلالات کی بنیاد حضرت نعمان ابن بشیر رضی الله عنه کی حدیث کی روایات کی مختلف عبارات و الفاظ هیں -

لیکن روایات مذکورہ و اقوال فقهاء سلف کو سامنے رکھ کر جهاں تک هماری سمجھ کا تعلق ھے فریق ثانی کا قول, که هبه غیر صحیح و باطل ھے اوجه ھے خصوصاً موجودہ دور میں واجب العمل ھے - ان دلائل کے علاوہ جو هر فریق کے مذهب کے تحت بیان کئے گئے هیں ایسے وجوہ اور بھی هیں جو ایسے هبه کے غیر صحیح هونے پر دلالت کرتے هیں -

اولاً تو یه امر یهاں واضح ھے که حضرت نعمان کی مذکور حدیث ان روایات میں سے ھے جو روایات بالمعنی کهلاتی هیں اس لئے که یه روایت جتنے طریقوں سے روایت کی گئی ھے هر طریق کی عبارت ایک دوسرے سے مختلف ھے جو اس امر کی دلیل ھے که هر راوی نے اپنے اپنے فهم و فراست سے حضرت نعمان

کے واقعہ کو جس طرح سمجھا ہے اسطرح اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے یہ بھی ایک قطعی امر ہے کہ حضرت نعمان نے اپنے اس واقعہ کو مختلف اوقات میں مذکورہ روایت کنندگان کے سامنے مختلف انداز میں بیان کیا ہے اور اس انداز بیان کے پیش نظر ہر راوی نے اپنے فہم کے مطابق ایک مخصوص کیفیت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے طریقہ پر بیان کیا ہے۔ لیکن ہم کو اختلاف الفاظ و عبارات سے قطع نظر کرکے یہ دیکھنا ہے کہ تمام روایات حدیث میں وہ کون سا امر ہے جو یکسانیت کے ساتھ مروی ہے اور حقیقت واقعہ پر روشنی ڈالنے میں اہمیت رکھتا ہے، تاکہ ہم اس کو تحت نظر رکھ کر اولاً یہ فیصلہ کرسکیں کہ روایات مذکور بالا میں کس روایت کی عبارت قابل ترجیح و قبول ہے۔ چنانچہ اس امر پر تمام طرق روایت متفق ہیں کہ حضرت نعمان رض کو جو غلام ان کے والد نے ہبہ کیا تھا وہ ان کی والدہ حضرت عمرہ بنت رواحہ کی خواہش اور شدید اصرار پر کیا تھا اور یہ ان کی مادری محبت کا تقاضہ تھا خصوصاً جبکہ ان کی سوکن کی اولاد بھی ان کے مقابلہ میں موجود تھی، اس نے اس محبت میں اور بھی جوش پیدا کردیا تھا ۔ وہ یہ چاہتی تھیں کہ حضرت نعمان کو دوسری اولاد کے مقابلہ میں فضیلت کا ایک خاص درجہ حاصل ہوجائے جس سے دیگر اولاد محروم ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت نعمان رض کے ہبہ کرنے کے بعد بھی اس ہبہ کی بقا پر اطمینان نہ تھا بلکہ اس کی تثبیت و توثیق کے لئے اس ہبہ و عطیہ کے لئے ایک ایسی شہادت کا مطالبہ کیا کہ جس کے بعد ہبہ کے ابطال کا کوئی امکان نہ رہے ۔ اور وہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا مطالبہ تھا ۔ اب حضرت نعمان کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے بعد اصل حالات کو پیش کردیا اور اپنی زوجہ کی خواہش کے مطابق آپ کے سامنے استشہاد کا معروضہ پیش کردیا۔ اب غور کیجئے کہ صورت واقعہ میں اول سے لے کر آخر تک ہر پہلو سے احکام خداوندی کی خلاف ورزی تھی ۔ ایک تو یہ کہ اس فعل کے ارتکاب کا سبب اولاد کی بیجا محبت تھی۔ جس کو قرآن نے فتنہ فرمایا ہے:

"انما اموالکم و اولادکم فتنہ" (۶٤:۱۵)

دوسری قطع رحم کا سلوک تھا جس کو قرآن نے قطعاً حرام فرمایا ہے ۔

"واتقوا اللہ الذی تسألون بہ والارحام" (٤:١)

اور فرمایا ہے۔

"والذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یفسدون فی الارض اولئك لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار" (١٣:٢٥)

سوم اس فعل کا سبب جذبہ حسد تھا جس سے قرآن میں پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

"ومن شر حاسد اذا حسد" (١١٣:٥)

چہارم عدل و احسان کے خلاف تھا اور یہ قرآن کی نظر میں کسی طرح جائز نہیں ہے ارشاد فرمایا ہے۔

"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان"

اور فرمایا ہے ۔

"وآت ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیراً"

اور فرمایا ہے۔

"واذ حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل"

نیز حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کے والد کا اپنی زوجہ کی ایسی فرمائش کو بغیر سوچے سمجھے قبول کرلینے سے گویا اس حکم خداوندی کو پس پشت ڈالنا لازم آرہا تھا ۔

"یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم"

لہذا اس فعل کے اس قدر حرمتوں اور قباحتوں پر مشتمل ہونے کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جور ہی قرار دیا ہوگا اور اس کے جواب میں شان نبوت کے مطابق جو تشدیدی الفاظ مناسب ہوسکتے تھے فرمائے ہوں گے اور مقصود بھی شدت ہی ہوگی نہ کہ نرمی اس بنا پر جو روایات صیغہ امر یا الفاظ تشدیدی پر مشتمل ہیں وہ مرجح و قابل قبول ہیں -

نیز جبکہ کتاب اللہ کے ساتھ ہی ساتھ مذکورہ افعال کو خود سنت نے بھی ناجائز و اثم قرار دیا ہو اور اس پر وعید فرمائی ہو - یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کو قضاءً جائز و صحیح مانا جائے اور دیانۃً مکروہ - اور ایک ایسا فعل جو کتاب و سنت دونوں کے اعتبار سے فحش و قبیح و حرام ہو حاکم وقت اس کے جواز و صحت کا فیصلہ کس طرح دے سکتا ہے اور یہ فعل حرام جو معصیت ہے کس طرح حاکم کے حکم سے حلال و صحیح قرار پاسکتا ہے - قرآن نے اعلان عام فرمایا ہے -

”وتعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“

ایک دوسرے کی معاونت بھلائی اور تقوے پر تو کرو لیکن معصیت اور ظلم پر نہ کرو - چنانچہ صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ نے کتاب الھبہ جلد ۹ ص ۱۳۲ میں ایسے مقام پر جہاں قضا علی المعصیت لازم آتی ہو اعتراض کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے -

”اما اذا کان بالقضاء فکیف یسوغ للقاضی الاعانۃ علیٰ مثل ھذہ المعصیۃ وکیف تکون اعانتہ علی المعصیۃ التي ھی معصیۃ اخرٰی منتجۃ للجواز“

اور جب اس مخصوص مسئلہ سے علحدہ ہوکر ہم دیگر مالیاتی تقدیم کے مواقع پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ بحیثیت نظائر اس ہبہ کے باطل ہونے کی تائید کرتے ہیں - چنانچہ ان کے منجملہ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مرض کا ایک واقعہ ہے جس کو تمام محدثین نے شہرت کے ساتھ نقل کیا ہے

اور فقہاء امت نے اس سے وصیت بالثلث کے مسئلہ میں احتجاج کیا ہے جس کو ہم یہاں بخاری کی کتاب الوصیت سے نقل کرتے ہیں -

"عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال جاء نی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وانا بمکة وھویکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر عنہا قال یرحم اللہ ابن عفراء قلت یا رسول اللہ اوصی بمالی کلہ قال لا قلت فالشطر قال لا قلت الثلث قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثتک اغنیاء خیر من ان تدعہم عالة یتکففون الناس فی ایدیہم و انک مہما انفقت من نفقة فانہا صدقة حتی اللقمة ترفعہا الیٰ فی امراتک و عسی اللہ ان یرفعک فینتفع بک ناس ویضر بک آخرون ولم یکن لہ یومئذ الا ابنة"

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مکہ میں بیمار تھا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف فرما ہوئے حضرت سعد کو مکہ میں اپنا فوت ہوجانا اس لئے پسند نہ تھا کہ وہ اس مقام سے ہجرت کرچکے تھے- حضور انور ص نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابن عفراء پر رحم فرمائے - حضرت سعد فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلعم کیا میں اپنے کل مال کی وصیت کردوں ؟ حضور انور ص نے فرمایا: نہیں - میں نے عرض کیا: نصف مال کی؟ فرمایا: نہیں - عرض کیا: ثلث کی؟ فرمایا: ثلث کی، مگر ثلث بھی بہت ہے - تم اپنے ورثا کو مالدار چھوڑو یہ بہتر ہے اس سے کہ ان کو افلاس میں مبتلا کرکے دوسرے لوگوں کا دست نگر بنادو اور تم جب بھی جو کچھ خرچ کروگے وہ صدقہ ہوگا - یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی زوجہ کے منہ میں دوگے - ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں طویل عمر دے اور بہت لوگ تم سے فائدہ اٹھائیں اور دوسرے بہت نقصان - اس وقت حضرت سعد کی صرف ایک ہی لڑکی تھی - (۱)

(۱) عمدة القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۷۸ کتاب الوصیت ۔

اس حدیث میں چند امور قابل توجہ ہیں اولاً یہ کہ حضرت سعد اپنے تمام مال کو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے پرخلوص طریقہ پر صرف کرنا چاہتے تھے - اور اس خلوص کا اتنا غلبہ تھا کہ اپنی اکلوتی بیٹی کے محروم ہوجانے کی بھی پرواہ نہ تھی - دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے پر بھی یہ کوشش جاری تھی کہ زائد سے زائد مال صرف کرنے کی اجازت دے دی جائے- سوم یہ کہ حضرت سعد کے خیال میں زیادہ سے زیادہ مال صرف کرنا ھی زیادہ اجر کا باعث تھا - چہارم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پرخلوص جذبہ کو محسوس فرمالیا تھا - پنجم یہ کہ آنحضرت کو یہ بھی علم ہوگیا تھا کہ یہ مرض سعد رض کا مرض موت نہیں چنانچہ حضور کے الفاظ '' وعسی اللہ ان یرفعک الی آخرہ '' اسی طرف اشارہ ھے چنانچہ حضور کی نظر میں حضرت سعد کا یہ مال صرف کرنا ایسا ھی تھا جیسا کہ ایک تندرست انسان کرے (مگر حضرت سعد کے علم کے اعتبار سے یہ وصیت تھی) ششم یہ کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب انسان کے مال کا سب سے اعلیٰ مصرف' کہ جس میں زائد سے زائد مال صرف کیا جائے' سبیل اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا - لیکن ان تمام وجوہ کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو کل مال صرف کرنے کی اس لئے اجازت نہ دی کہ اس میں حضرت سعد کے ورثا کی حق تلفی ہوتی تھی اور اپنے ارشاد جامع الحکم سے ان خیالات کا ازالہ بھی فرمادیا جو مال کے زائد سے زائد صرف کرنے میں حضرت سعد نے قائم کرلئے تھے - اس طرح کہ الفاق فی سبیل اللہ یہی نہیں ھے کہ تم ورثاء کو محروم کرکے اجنبی لوگوں کو کل مال دے ڈالو - یا یہ کہ ھر موقع پر زائد سے زائد مال کا صرف کرنا ھی زیادتی اجر کا سبب ھو - تمہارا خلوص اور حرص علی انفاق فی سبیل اللہ قابل قدر ھے لیکن جبکہ دوسرے حقوق کا اتلاف لازم نہ آتا ھو اگر اتلاف لازم آتا ھو تو اس کثرت سے قلت زیادہ بہتر ھے جس سے اتلاف حقوق نہ ھو - (۱)

۱- عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۷۸ کتاب الوصیت ۔

اس واقعہ سے زیادہ واضح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم نے کتاب العتق میں روایت کیا ہے :

,, عن جابر رضی اللہ عنہ ان رجلاً من انصار دبر مملوکاً ولم یکن لہ مال غیرہ فبلغ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من یشتریہ منی فاشتراہ نعیم بن النحام بثما مأۃ درھم متفق علیہ و فی روایۃ لمسلم فاشتراہ نعیم بن عبد اللہ العدوی بثمان مائۃ درھم فجاء بہا الی رسول اللہ صلعم فدفعھا الیہ ثم قال ابدأ بنفسک فتصدق علیھا فان فضل شیئی فلاھلک فان فضل عن اھلک شیئی فلذي قرابتک فان فضل عن ذي قرابتک شیئی فھکذا فیقول بین یدیک وعن یمینک وشمالک ،،

حضرت جابر سے مروی ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے غلام مدبر کر دیا (کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے) اس غلام کے علاوہ اس شخص کا اور کوئی مال نہ تھا بس یہ اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی - آپ نے فرمایا یہ غلام ہم سے کون خریدتا ہے - نعیم ابن النحام (مسلم کی روایت کے مطابق نعیم ابن عبداللہ) نے وہ غلام آٹھ سو درھم میں خرید لیا اور قیمت لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے - حضور نے وہ رقم اس شخص (مالک) کو دیتے ہوئے فرمایا اس کی ابتدا اپنی (ذات سے کرو - اس پر صدقہ کرو - اگر اس سے کچھ باقی رہے تو پھر وہ تمہارے اھل و عیال کا حق ہے اگر اس کے بعد باقی رہے تو دوسرے اقربا کا حق ہے اس کے بعد کچھ باقی رہے تو پھر آگے داھنے بائیں صرف کرتے رھو - (۲)

(۲) مشکوۃ جلد ۲ ص ۹۲ باب الاعتاق مطبوعہ اصح المطابع ہند -

یہ ایسے وجوہ ھیں کہ ھبہ میں بعض اولاد کو بعض پر اس طرح فضیلت دے کر کہ دوسرے محروم ہوجائیں ھبہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ ایسے ھبہ کو باطل و غیر صحیح و قابل رد قرار دیتے ھیں -

(۱) قائلین تصحیح الھبہ علماء نے حضرت نعمان کے والد کے مشورہ لینے کا جو نظریہ پیش کیا ھے وہ حضرت نعمان کے واقعہ سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اگر ھبہ قطعاً کیا ھی نہ گیا تھا اور اس پر قبضہ متولیانہ نہ ہوا تھا تو اس صورت میں نعمان کی والدہ کی فرمائش شہادت کے سلسلہ میں لغو قرار پاتی ھے - اس روایت کے الفاظ راوی کے اپنے احساس کے بنا پر ھیں جو ان کی غلط فہمی پر مبنی ھیں -

(۲) یہ کہنا کہ نعمان کبیرالسن تھے اولاً تو اس لئے صحیح نہیں کہ ایک روایت کے علاوہ تمام روایات سے ان کا صغیرالسن ہونا واضح ہورھا ھے صرف ایک روایت ایسی ھے کہ جو محتمل الوجھین ھے یعنی کہ مجھ سے میری والدہ نے فرمایا تم جاؤ اور اس ھبہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لو - اس تخاطب سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت نعمان بالغ و کبیرالسن ہوں تب ھی ان سے یہ کہا جاسکتا ھے بلکہ یہ بات اس وقت بھی کہی جاسکتی ھے جبکہ وہ نابالغ لیکن عاقل و سمجھدار ہوں - حضرت عمرہ نے اولاً اپنے شوھر سے شہادت کے لئے خطاب کیا ہو اور ساتھ ساتھ بیٹے کی طرف اسی وقت مخاطب ہوکر ان کے عاقل و سمجھدار ہونے کی بنا پر ان سے بھی کہا ہو - اب کلام کا طرز اس طرح ہوجاتا ھے (شوھر سے :- آپ کے اس فعل پر مجھے اس وقت اطمینان ہوگا جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر گواہ بنادیں - بعدہ اسی لمحہ بیٹے سے اور نعمان تم بھی جاؤ حضور انور ص کو اس پر گواہ بنالو) یہ طریق کلام ھمارے اپنے طرز کلام میں بھی موجود ھے کہ بچہ سمجھدار عاقل ہو تو باوجود بچے کے نابالغ ہونے کے ماں، باپ کو مخاطب کرتے ہوئے بچے کو بھی خطاب کرنے میں شامل کرلیا کرتی ھے - چنانچہ اس معنے کے لحاظ سے حضرت نعمان کی اس حدیث کی تمام روایات میں توافق ہوجاتا ھے اور ساتھ ھی واقعہ کی حقیقت کا پہلو مزید روشنی میں آجاتا ھے -

(۳) جس روایت میں آنحضرت ص کا حکم رجوع واقع ہوا ہے اس سے یہ استدلال کہ رجوع کرنا صحت ہبہ کی دلیل ہے کیونکہ یہ حکم اسوقت صحیح ہوگا جبکہ حبہ منعقد ہوچکا ہو! اولا تو اس لئے غلط ہے کہ اس سے خود مستدلین کے اپنے قول میں تضاد لازم آتا ہے کیونکہ ایکجانب تو وہ اس کے قائل ہیں کہ ہبہ قطعی و نافذ کیا ہی نہ تھا بلکہ مشورہ لینے حاضر ہوئے تھے دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ رجوع کا حکم اس وقت صحیح ہوگا کہ جب ہبہ منعقد صحیحہ تصور کیا جائے - دوم اس لئے کہ آنحضرت صلعم کا حکم رجعت بشیر رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ عمرہ بنت رواحہ کے خیال کے (کہ ہبہ ہوگیا ہے) بموجب تھا' نہ کہ حکم شرعی ہونے کی حیثیت سے یہ ایک واضح امر ہے کہ بعض مواقع پر متکلم اپنے کلام میں ایسے کلمات و الفاظ استعمال کرتا ہے جو اس کے مخاطب کے عقیدے اور خیال کے مطابق ہوتے ہیں اور حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے -

(۴) ایک روایت کے مطابق حضور ص کا یہ فرمانا کہ میرے علاوہ کسی دوسرے کو گواہ بناو ہبہ کی صحت کی دلیل بنانا (جیسا کہ امام شافعی کا فرمانا ہے) اس لئے ضعیف ہے کہ عرف عام میں کلام کا یہ طرز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جبکہ مخاطب کو یہ بتلانا مقصود ہو کہ تمہارا عمل انتہائی قبیح و غیر صحیح ہے اس فعل کو وہی شخص گوارا کرے گا کہ جس میں دیانت و امانت عدل و انصاف جیسے اوصاف کا فقدان ہو، جس کے مذہب میں ایسے قبیح امور جائز تصور کئے جاتے ہوں — اس کو گواہ بناؤ - لیکن یہ میرا مذہب نہیں ہے نہ میرے اندر ان اوصاف کا فقدان ہے نہ میرے نزدیک تمہارا عمل صحیح و جائز ہے -

(۵) جن روایات میں اولاد کے درمیان تسویہ کا ذکر ہے اس میں سے بعض میں بطور استفہام کے اور بعض میں بصیغہ امر حکم دیا گیا ہے- یہ تغیر راویان حدیث کے اپنے الفاظ کی بنا پر ہے جن کے متعلق یہ کہنا مشکل ہے کہ حضور انور ص نے اس موقع پر کیا الفاظ ادا فرمائے تھے جس روایت میں (سووا) کی بجائے (قاربوا) استعمال ہوا ہے اس کی بھی یہ حالت ہے اور معنوی حیثیت سے (سووا) ہی کے معنی میں ہے -

(۶) تسویه هبه علی الاولاد کی تشبیه احسان بالوالدین میں یه ضروری نہیں که تشبیه من کل الوجوه هی مقصود هو کیونکه ایک شئی کو دوسرے کے ساتھ جس وقت تشبیه دی جاتی هے تو ان دونوں کے درمیان تمام اوصاف مشترکه میں جمع کرنا مقصود نہیں هوتا بلکه اوصاف میں سے کوئی ایک معنی یا صفت وجه تشبیه هوا کرتی هے۔ مثلاً هم یه کہیں که (زید شیر کی مانند هے) یہاں زید اور شیر میں اگرچه متعدد اوصاف میں اشتراک هے مثلاً وجود جسمیت، حیوانیت' قوت سماع و بصر وغیره لیکن ان میں سے کوئی بھی ایسا وصف نہیں هے که زید اور شیر کے درمیان میں تشبیه کی وجه هوسکے بلکه یہاں ایک مخصوص وصف میں ایک کو دوسرے کے ساتھ تشبیه دینا مقصود هے یعنی شجاعت میں زید شیر کی طرح هے۔ جیسا که کتب بلاغت میں بیان کیا گیا هے۔ حدیث مذکور میں رسول الله صلی الله علیه وسلم جس شخص سے خطاب فرمارهے هیں اس کی حیثیت اس وقت ایک عام انسان کی هے جس کے پیش نظر اس کا اپنا ایک ذاتی واقعه هے جو که ایک معاملاتی حیثیت رکھتا هے۔ مخاطب کی شان اس موقع پر شان فقاهت یا شان اجتهاد و استخراج احکام نہیں هے۔ لهذا آنحضرت صلی الله علیه وسلم کا اس سے کچھ فرمانا ایسی حیثیت و کیفیت کے ساتھ هوگا که جس سے مخاطب اپنے عمل کی قباحت کو محسوس کرے جس طرح که اپنے مقابل کا عمل خود اس کے ساتھ ایسا هی هو تو اپنے حق میں اس کو قبیح و موذی تصور کرتا هے۔ اس سے قطع نظر که اس کے مقابل کا عمل صفت وجوب یا استحباب سے متصف هے یا نہیں هے ایسے مواقع پر ایسی تدقیقات و نکته سنجیاں پیش نظر نہیں هوا کرتیں۔ بلکه ایک خالی الذهن مخاطب کو سیدھے سادے طریقے پر وضاحت کے ساتھ معامله کی حقیقت کو سمجھا دینا مقصود هوتا هے یہی صورت یہاں بھی هے۔

لیز قائلین صحت هبه حکماً وقضاءً هبه کی تتمیم و تکمیل کے بعد رجوع عن الهبه کو مکروه و معصیت قرار دیتے هیں جس کی دلیل میں ایک حدیث کو پیش کرتے هیں: فتح القدیر میں هے

''وقوله في الكتاب فله ان يرجع لبيان الحكم اما الكراهة

فلازمة لقوله عليه الصلواة والسلام العائد فی هبته کالعائد فی قیئه وهذا لاستقباحه) قال الشارح العینی قد استدل المصنف علی کراهة الرجوع بهذا الحدیث الصحیح ثم یشترطون فی جوازه الرضا او القضاء ،، (۱)

یعنی واهب کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ہبہ سے رجوع کرلے - یہ ہبہ کے حکم کا بیان ہے - لیکن کراہت بہر نوع لازمی رہتی ہے اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے اپنے ہبہ میں رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے قئے کرکے دوبارہ استعمال کرنے والا ہو - اس سے مقصود فعل رجوع کی قباحت کا اظہار ہے لیکن اس رجوع کے صحیح ہونے کی شرط ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ یا تو موہوب کی رضا ہو یا قضاء قاضی ہو - اگر موہوب نے اظہار رضامندی کر دیا تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں پیدا ہوتا - لیکن اگر اس رجوع کے حق میں قضاء قاضی واقع ہوگی تو جو امر (رجوع بمنشا حدیث) معصیت ہوچکا ایسی معصیت کے حق میں قاضی کے لئے یہ کیسے درست ہوگا وہ اس کا حکم دے کر اعانت علی المعصیت کا مرتکب ہو - اور اس کی یہ اعانت علی المعصیہ جو کہ خود ایک معصیت ہے کس طرح اس فعل کے جواز کا سبب ہوسکے گی - کیونکہ قضا قاضی سے قبل رجوع کرنا جائز نہ تھا تو پھر قضا قاضی کے بعد ایسا ہی رہے گا اس لئے کہ قضاء قاضی کسی حرام کو حلال نہیں کردیا کرتی اور نہ کسی حلال کو حرام کرتی ہے بلکہ قضا قاضی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ صاحب حق کو اس کے حق کے وصول کرانے میں اس کی اعانت کرے تو اب قاضی کیلئے یہ کس طرح درست ہوگا کہ ایک مکروہ کے ارتکاب کا حکم دے کر خود کو بھی معصیت میں آلودہ کرلے (۲) لہذا جب ان حضرات کا قول اس موقع پر قاضی کے حق میں اعانت علی المعصیت ہے تو ہبہ تفضیلی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اعانت علی المعصیہ قرار پاجانا بھی لازم آتا ہے جس کی جرات کوئی ایماندار شخص نہیں کرسکتا - معلوم ہوا کہ حضرت نعمان کے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ

(۱) فتح القدیر جلد ۷ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳۲
(۲) فتح القدیر بحوالہ مذکور الصدر

وہ بعض اولاد کو بعض پر ھبہ میں ترجیح نہ دیں قطعاً حکم تھا اور اس قسم کے ھبہ کو باطل قرار دینا مقصود تھا ۔

اس مکمل بحث کے بعد ھم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ھر دو فریق اس ھبہ کے غیر صحیح ھونے پر متفق ھیں صرف الفاظ کے پیچ و خم ھیں جن کی ظاھری حالت پر نظر کرنے کے بعد یہ معاملہ صاف ھوجاتا ھے کہ دیانۃً مکروہ تحریمی کا قائل اس باب کے دوسرے جزئیہ یعنی رجوع من الھبہ میں ھبہ تام ھونے کے بعد ھبہ سے رجوع کرنے کی کراھت تحریمی کا قائل ھے اور یہ قول بھی دیانت ھی کے لحاظ سے ھے جس کو ان حضرات نے اس مقام پر معصیت قرار دے کر اور قضا قاضی علی المعصیت کو ناجائز کہا ھے جیسا کہ ھم نے فتح القدیر کے حوالہ سے سابق میں بیان کیا ھے تو ظاھر ھے کہ مسئلہ اول میں بھی ترجیح بعض اولاد کی بعض پر معصیت ھے اور اسکی صحت کا حکم اعانت علی المعصیۃ ھے ۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ھبۂ تفضیلی معصیت و ناجائز و باطل ھے ۔